اداریہ

ایم فل اور پی ایچ ڈی کی سند کے لیے تحقیق کرنے والے نئے طالب علموں کو اکثر یہ سمجھانا پڑتا ہے کہ مقالہ چاہے مختصر ہو یا طویل، دوسرے مقالوں اور کتابوں کا خلاصہ نہیں ہوتا اور نہ کتابوں کے اقتباسات ترتیب سے جوڑنے کا نام مقالہ نویسی ہے ۔ نیز یہ کہ جن کتابوں یا مقالوں کا حوالہ دیا جارہا ہے ان کے اقتباسات لفظ بہ لفظ نقل کرنا ہی تحقیق نہیں ہے۔مقالہ نگار کی اپنی رائے ، تجزیہ اور استخراجِ نتائج تحقیق کا بہت اہم حصہ ہوتے ہیں۔

لیکن افسوس کہ اب اردو کے لیے موصولہ مقالوں میں بھی کچھ ایسے مقالے شامل ہونے لگے ہیں جن میں لفظ بہ لفظ اقتباسات کو یک سطری تمہید کے ساتھ جوڑ کر سمجھا جاتا ہے کہ تحقیقی ''مقالہ'' تیار ہے۔ ایسے مقالوں کو جب معاصر رائے (peer review) کے لیے بھجوایا جاتا ہے تو یہی رائے موصول ہوتی ہے کہ مقالہ نگار نے کوئی نئی بات نہیں کی اور نہ اس کی اپنی کوئی رائے ہے، محض اقتباسات کو جوڑ کر مقالہ ''بنا'' لیا گیا ہے ۔ حیرت ہے کہ ان ''مقالہ نگاروں'' میں چند ایسے محققین بھی شامل ہیں جو پی ایچ ڈی کر چکے ہیں اور کہیں تدریس میں بھی مصروف ہیں۔ بعض تو خود تحقیقی مقالات کے نگراں ہیں۔

جدید تحقیق میں لفظ بہ لفظ اقتباس کا استعمال اب کم ہے۔ انتہائی ضروری اور ناگزیر یا متنازع فیہ قسم کی عبارات کو واوین کے ساتھ لفظ بہ لفظ پیش کیا جاتا ہے اور بسا اوقات واوین میں بھی چند سطریں یا چند الفاظ ہی دیے جاتے ہیں ۔ دیگر محققین و مصنفین کی رائے بالعموم اپنے الفاظ میں اختصار اور وضاحت کے ساتھ مع حوالہ بیان کی جاتی ہے ۔ اسے انگریزی میں paraphrasing کہتے ہیں ۔ اردو میں اسے گویا اپنے الفاظ میں ماحصل یا خلاصہ بیان کرنا کہہ لیجیے۔ البتہ حواشی میں اسناد یا مآخذ کی تفصیل دینا لازمی ہوتا ہے۔ لیکن اب ''مقالات'' میں طویل (بعض اوقات دو دو صفحات کے) اقتباسات درج کر کے سمجھا جاتا ہے کہ تحقیق کا حق

ادا ہو گیا۔

ہاں اگر کسی مصنف کی طرزِ بیاں، اسلوب یا فنی خوبیوں یا خامیوں کی وضاحت کے لیے اقتباسات دیے جائیں تو ظاہر ہے کہ یہ ناگزیر ہوتا ہے۔ لیکن اس میں بھی طویل اقتباسات سے بچنا احسن ہے۔ نیز اس کا بھی تفصیلی حوالہ چاہیے۔ بعض مقالہ نگاران یہ خیال کرتے ہیں کہ میر یا غالب یا اقبال کے کسی شعر کا حوالہ دینا ضروری نہیں ہے۔ یہ بھی مغالطہ ہے۔ کیوں کہ بعض لکھنے والے حافظے کے زور پر شعر ٹانک دیتے ہیں اور متن درست نہیں ہوتا۔ بعض مصنف اگر دیوان یا شعری مجموعے کا حوالہ دیتے ہیں تو یہ خیال نہیں کرتے کہ مستند نسخے سے حوالہ دیا جائے۔ غیر معیاری نسخوں میں غالب اور اقبال کا متن مسخ بھی ہوتا ہے اور اس سبب سے بعض اوقات مصرعے بھی بحر سے خارج ہو جاتے ہیں۔

حال ہی میں کچھ ایسے مقالے بھی برائے اشاعت موصول ہوئے ہیں جن میں کچھ شعرا کے کلام کا موازنہ کیا گیا ہے اور بلا مبالغہ بیسیوں اشعار لکھے گئے ہیں لیکن ایک کا بھی حوالہ نہیں دیا گیا۔ اب اگر کسی کو دیکھنا ہو کہ یہ شعر یا مصرع کہاں سے لیا گیا ہے، کس نسخے کو بنیاد بنایا گیا ہے اور اس کا متن کس حد تک درست ہے تو اس کی تصدیق کی کیا صورت ہوگی؟

مقالہ نگاران سے گزارش ہے کہ ازراہِ کرم لفظ بہ لفظ نقل کی ہوئی آرا کو جوڑ کر تیار کیے گئے مقالے ارسال نہ فرمائیں۔ نیز اگر مقالے میں اشعار ہیں تو ان کا بھی حوالہ دیجیے اور دیوان یا تخلیقی متن کے مطبوعہ نسخے کی طباعتی تفصیلات درج کرنا بھی اسی طرح ضروری ہے جس طرح تنقیدی و تحقیقی کتب کی تفصیلات درج کی جاتی ہیں۔

دوسری گزارش یہ ہے کہ ازراہِ کرم حوالہ جات اور مآخذ کے اندراج کے لیے ایک خاص طریق کار کی پابندی کیجیے جس کی تفصیل ہر شمارے میں الگ سے شائع کی جاتی ہے۔

(ر۔پ)